بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اشارات

آج سے تیئس برس پیشتر جب اسلامیہ پارک کی ایک مختصر سی کوٹھی میں جماعت اسلامی کی بنیاد رکھی گئی تو داعیٔ تحریکِ اسلامی نے جن کے کندھوں پر متفقہ طور پر امارت کا گراں بوجھ بھی ڈالا گیا شرکاءِ اجلاس کو مستقبل کے خطرات سے آگاہ کیا۔ ترجمان القرآن میں جب یہ روداد شائع ہوئی تو ہم سب دوستوں کو جو اس وقت کالج میں زیرِ تعلیم تھے، یہ سارے خطرات موہوم نظر آئے۔ ہم اکثر یہ سوچتے تھے کہ آخر اس نیک اور مقدس کام کی کون بیوقوف مخالفت کرے گا۔ بندوں کی بندگی سے نکل کر خدا کی بندگی اختیار کرتے ہیں آخر کسے تامل ہو گا؟ خیر اور بھلائی کو بڑھتے اور پھلتے پھولتے دیکھ کر کس کا دل ناشاد ہو گا اور کون فلاح و بہبود کے اس کام میں تعاون کرنے سے گریز کرے گا؟ مگر جس وقت تحریکِ اسلامی کا قافلہ رواں دواں ہوا تو ہمارے ناپختہ ذہنوں کی توقعات کے عین برعکس ہمیں یہ محسوس ہونے لگا کہ لوگ نہ صرف اس دعوت کو قبول کرنے سے گریزاں ہیں بلکہ مختلف سمتوں سے اس کا راستہ روکنے کے لیے آگے بڑھ رہے ہیں۔ بعد میں جب مطالعہ و مشاہدہ میں ذرا وسعت پیدا ہوئی اور قرآن مجید کی دعوت اور انبیاء علیہم السلام اور دوسرے صلحاء کے حالات پڑھنے کا موقع میسر آیا اور انسانی تاریخ پر ایک نگاہ ڈالنے کی توفیق نصیب ہوئی تو اس وقت یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ جس مقدس کام کے بارے میں ہم یہ حسن ظن رکھتے تھے کہ یہ بغیر کسی مزاحمت کے آگے بڑھے گا اور انسانوں کی بھاری تعداد اور خاص طور پر امت مسلمہ کی عظیم اکثریت اس قافلے کا والہانہ استقبال کرے گی اور اس کا ہر فرد بڑے ذوق و شوق کے ساتھ اس میں شریک ہو کر اسے منزلِ مقصود کی طرف لے جانے میں ممد و معاون ثابت ہو گا، وہ محض خام خیالی تھی جسے ہماری ذہنی ناپختگی نے جنم دیا تھا۔ اگر یہ کام اتنا آسان ہوتا تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کو، جو فی الحقیقت پوری انسانیت کا جوہر تھے، کبھی اتنی دشواریاں پیش نہ آتیں، جن سے وہ قدم قدم پر دوچار ہوئے اور انہیں کبھی انسانیت کے ہاتھوں، جس کی بھلائی کے لیے وہ بھرپور جد و جہد کر رہے تھے، وہ ناقابلِ بیان دکھ نہ

اٹھانے پڑتے جو اُنہیں اس کارِ خیر کو انجام دیتے ہوئے اٹھانے پڑے۔

پوری انسانی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ گو بندگیٔ رب کا جذبہ انسان کا بالکل فطری جذبہ ہے اور اس بنا پر اس کی دعوت انسانی فطرت کی عین پکار ہے مگر اپنی فطرت سے اس قدر قربت اور مناسبت کے باوجود انسان کو بندگیٔ رب کے تقاضوں کو پورا کرنے پر آمادہ کرنا اور اسے اس راہ پر لگا دینا دنیا کا سب سے مشکل کام ہے۔ شیطان کا سب سے بڑا کارنامہ یہی ہے کہ اس نے انسانوں کو اپنی فطرت کا اگر یکسر باغی نہیں بنایا تو انہیں آمادۂ بغاوت ضرور کیا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ خود اپنی دشمنی پر اتر آتے ہیں اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو برباد کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں پھر شیطان کے اس کارنامے کا سب سے نمایاں پہلو یہ ہے کہ وہ کھلے دشمن کے طور پر بہت کم حملے کرتا ہے بلکہ انسان کا رفیق اور خیر خواہ بن کر اس کے ساتھ دوستی پیدا کر کے اُس کے اندر گھستا ہے اور آہستہ آہستہ اس کے جسم میں اسی طرح گردش کرنے لگتا ہے جس طرح کہ رگوں میں خون اور وہاں اتنا شدید بگاڑ پیدا کرتا ہے کہ معتقدات سے لے کر اعمال کی چھوٹی چھوٹی جزئیات تک میں کوئی چیز انسان کی فطرت کے مطابق نہیں رہتی بلکہ پورے کا پورا انسان اندر سے مسخ ہو کر رہ جاتا ہے اور پھر کمال یہ ہے کہ یہ دشمنِ انسان اس کے اندر احساسِ زیاں تک پیدا نہیں ہونے دیتا۔ وہ کفر و شرک ضلالت و گمراہی اور ظلم و عدوان کی ہر وادی میں بھٹکتا ہے مگر اس غلط فہمی کا برابر شکار رہتا ہے کہ وہ فلاح و کامرانی کی منازل طے کر رہا ہے۔ وہ خدا سے بغاوت کرتا ہے اور قدرت اسے اس جرم کا یہ مزہ چکھاتی ہے کہ اُسے چند حقیر دنیوی مفادات کی خاطر ذلیل سے ذلیل انسانوں کے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیتی ہے مگر اُس کی آنکھیں نہیں کھلتیں۔ وہ آرٹ کے نام پر فحاشی پھیلاتا ہے مادہ آزادی کے نام پر اخلاقی حدود و قیود کو توڑتا ہے اور اپنے ان کرتوتوں کے خوفناک نتائج اپنے سامنے دیکھتے ہوئے بھی عبرت حاصل نہیں کرتا۔ اس قسم کے نامساعد اور حوصلہ شکن حالات میں جو لوگ بھی انسانی فلاح و بہبود کے اس نیک کام کا عزم لے کر اُٹھیں اُنہیں اپنے اندر اگر زیادہ نہیں تو وہ کم از کم صفات تو ضرور پیدا کرنی چاہئیں جو اس قافلہ میں شریک انسانوں کے لیے نہایت ضروری زادِ سفر کی حیثیت رکھتی ہیں۔

ان صفات میں سب سے بنیادی اور نمایاں صفت یہ ہے کہ جماعت اسلامی کے ہر کارکن کو اس بات کا پوری طرح

یقین ہونا چاہیے کہ جس دعوت کو وہ لے کر اُٹھا ہے یہ وہی دعوت ہے جسے بلند کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے۔ اس دعوتِ حق کو قبول کرنے ہی میں انسانیت کی دنیوی اور اُخروی بھلائی کا راز مضمر ہے۔ اس دعوت کے علاوہ ہر دوسری دعوت انسانیت کے لیے بربادی اور موت کا پیغام ہے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۝ (الحجرات: ۱۵)

مومن تو حقیقت میں وہی لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر انہوں نے کوئی شک نہ کیا اور اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہی سچے لوگ ہیں۔

اس راہ کا اصل سرمایہ ایمانِ کامل اور دعوتِ حق پر یقینِ محکم ہے۔ اس کے بغیر اس پر انسان ایک قدم بھی نہیں چل سکتا۔ ایمانِ کامل درحقیقت وہی ہے جس پر شک و تذبذب کا سایہ تک نہ پڑا ہو۔ ایسا ایمان ہی مومن میں یہ حوصلہ اور عزم پیدا کرتا ہے کہ وہ اپنی جان و مال سب کچھ خدا کی راہ میں قربان کر کے اس کے حضور میں بڑے ادب سے کہتا ہے کہ بتا تیری رضا کیا ہے؟

اس حقیقت کو حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا ہے:

ذَاقَ طَعْمَ الْإِيمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَّمُحَمَّدٍ رَسُولًا ۔ (صحیح مسلم)

جو شخص اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین برحق ہونے، اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رسول ہونے پر دل و جان سے راضی ہوا۔ اُس نے فی الحقیقت ایمان کا مزہ چکھا۔

دین کی راہ چونکہ پھولوں کی سیج نہیں بلکہ ایک نہایت کٹھن منزل ہے اس لیے قرآن و سنت میں اس راہ میں استقامت دکھانے پر بے حد زور دیا گیا ہے۔

فَلِذَٰلِكَ فَادْعُ ۖ وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ ۖ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ ۖ وَقُلْ آمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ كِتَابٍ ۖ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ ۖ (الشوریٰ: ۱۵)

پس اے رسول انہیں اسی حق کی دعوت دیتے رہیے اور آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اسی پر جمے رہیے۔ اور ان کی خواہشوں کو ہرگز نہ مانیے اور کہہ دیجیے کہ اللہ نے جو کتاب نازل فرمائی ہے میں اس پر ایمان رکھتا ہوں اور مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں

یعنی اہلِ باطل کی خواہشات کچھ بھی ہوں اہلِ حق کا منصب یہ ہے کہ وہ برابر حق کی دعوت پیش کرتے رہیں۔ حق پر مضبوطی کے ساتھ جمے رہیں اور باطل کے ساتھ کسی مصالحت پر آمادہ نہ ہوں کیونکہ اگر انہوں نے باطل کے ساتھ سازگاری پیدا کر لی تو پھر حق کس طرح بلند ہو گا۔

خود حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دعوت کی مشکلات کا کتنا واضح شعور اور احساس تھا اس کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ ایک دن حضرت (عبداللہ) خباب بن الارت نے دربارِ رسالت میں عرض کی کہ آپ ہمارے لیے بارگاہِ الٰہی سے مدد کی دعا کیوں نہیں کرتے آپؐ اس وقت کعبہ کے سائے میں چادر سے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔ حضرت خباب کی یہ عرضداشت سن کر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا۔ اگلی امتوں میں آدمی پکڑے جاتے پھر اُن کے لیے گڑھے کھودے جاتے تھے اور ان میں اُنہیں لٹایا جاتا تھا۔ اور آرہ ان کے سروں پر رکھ کر سر کے دو ٹکڑے کر دیے جاتے تھے۔ اور لوہے کی کنگھی اُن کے سروں پر اس زور سے پھیری جاتی جو ہڈی اور گوشت میں دھنستی ہوئی نکل جاتی۔ مگر یہ تکالیف اُنہیں اُن کے دین سے ہٹا نہ سکیں خدا کی قسم اللہ تعالیٰ اس کام کو ضرور پایۂ تکمیل تک پہنچائے گا۔ یہاں تک کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت کی طرف چلے گا۔ اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرے گا۔ ہاں اسے اپنی بھیڑ بکریوں کے معاملے میں بھیڑیے کا خوف ہو سکتا ہے۔ مگر تم جلد بازی کرتے ہو۔

دعوتِ حق کی اساس چونکہ رضائے الٰہی کا حصول ہے اس لیے جو لوگ بھی اس دعوت کو صحیح مان کر اُسے سربلند کرنے کا عزم رکھتے ہیں اُن کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ خالق اور مالک کے ساتھ نہایت گہرا تعلق استوار کریں۔ جتنا یہ تعلق مضبوط اور مستحکم ہو گا اسی نسبت سے وہ اپنے حقیقی مقصد یعنی اللہ کی رضا جوئی میں کامیاب اور آخرت میں کامران ہوں گے۔ اور جتنا یہ تعلق کمزور ہو گا اسی تناسب سے انہیں دنیا اور آخرت میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ خواہ وہ اہلِ دنیا کی نظر میں اپنے آپ کو کتنا ہی کامیاب و کامران ثابت کر دیں۔

هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا	اللہ نے پہلے بھی تمہارا نام "مسلم" رکھا تھا
لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا	اور اس "قرآن مجید" میں بھی تمہارا یہی نام ہے تا کہ
شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۚۖ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا	رسول تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ۔ پس نماز
الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ۔ (الحج ۷۸)	قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ سے وابستہ ہو جاؤ۔

خدا سے سچا تعلقِ خاطر پیدا کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ انسان فکر و نظر، عقیدہ و عمل، اخلاق و کردار اور سلوک و معاملات غرض پوری زندگی میں اس قانون کی نہ صرف بالادستی تسلیم کرے۔ بلکہ اس کی مکمل پیروی بھی کرے۔ جو شخص اپنی ذات اور اپنی زندگی کے اس محدود سے دائرے میں جس میں اسے دینِ حق کے نفاذ کا پورا پورا اختیار رہتا ہے اسے نافذ کرنے سے گریز کرتا ہے، تو اس سے آخر اس بات کی کس طرح توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ پوری قوم اور سارے ملک پر بلکہ پوری انسانیت اور سارے کرۂ ارض پر اسے سربلند کرنے کے لیے جد و جہد کرے گا، بالغرض اگر وہ کسی وقتی جذبے کے زیرِ اثر اس راہ پر گامزن بھی ہو جائے تو جلد ہمت ہار دے گا کیونکہ دینِ حق کی دعوت کا کام اور اس کے لیے سرفروشانہ جد و جہد کوئی ایسی کاوش نہیں جسے کوئی فرد محض ازدحامی نفسیات کے طلسم میں گرفتار ہو کر کر سکے۔ اس کے لیے مقصد کا واضح شعور، اس کے ساتھ بے پناہ محبت، راستے کی مشکلات کے پورے احساس کے باوجود اس مقدس کام کو آگے بڑھانے کا عزمِ صمیم یہ اور اسی نوعیت کے دوسرے داعیات اور جذبات و احساسات اس دعوت کو پھیلانے کے لیے بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ جذبات و احساسات اسی صورت میں زیادہ موثر اور نتیجہ خیز ثابت ہوتے ہیں جب انہیں اپنی قوت کے اظہار کے لیے اجتماعی فضا میسر آتی ہے مگر اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ان کی جڑیں اجتماعی ماحول میں نہیں بلکہ ایک فرد کے قلب و دماغ میں پیوست ہوتی ہیں۔ اور وہیں سے انہیں غذا کا بیشتر حصہ فراہم ہوتا ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ تحریک کے ہر کارکن کا دل محبتِ الٰہی سے معمور ہو اور وہ ہمیشہ اس بات کا فکر مند رہے کہ ذاتِ برحق کی محبت دنیا کی ہر دوسری چیز کی محبت پر غالب رہے۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۔

(التوبہ: ۲۴)

اے نبی کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے عزیز و اقارب اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور تمہارے وہ کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے اور تمہارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے اور اللہ فاسق لوگوں

کی رہنمائی نہیں کیا کرتا۔

دوسری صفت جو تحریک کے ہر کارکن کو اپنے اندر پیدا کرنی چاہیے وہ خاموشی سے کام کرنے کی عادت ہے۔ ملک میں سیاسی ہنگامہ آرائی کی وجہ سے ایک ایسی فضا قائم ہو گئی ہے کہ جس میں نمائشی کاموں کی اہمیت غیر معمولی طور پر بڑھ گئی ہے۔ اس مسموم فضا کے زہریلے اثرات سے ہمیں اپنے آپ کو پوری طرح بچانے کی فکر کرنی چاہیئے اور یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نیتوں کو دیکھتا ہے اور ان کے مطابق انسان کے اعمال کو جانچتا اور پرکھتا ہے۔ یہ عین ممکن ہے کہ خدا کی نظر میں خلوصِ نیت کے ساتھ معمولی کام کرنے والا زیادہ پسندیدہ ہو اور بڑے بڑے معرکے سر کرنے والا خاسر و خائب۔ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی کے ساتھ نیکی اور بھلائی کے کام کرنے والوں کی تعریف فرمائی ہے۔ حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ صحابۂ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ کے نزدیک قابلِ رشک کون شخص ہے تو آپ نے فرمایا:

اَغْبَطُ اَوْلِيَائِیْ عندی لمومنٌ خفيف الحاذ ذوحَظٍّ من الصلٰوۃ اَحسنَ عبادۃَ ربِهٖ و اَطاعہٗ فی السرِ کان غامضاً فی الناس لا یشار بالاصابع وکان رزقہ کفافاً فصبر علی ذٰلك ثم نقد بیدہٖ فقال عجلت مَنِیتہٗ قَلَّتْ بواکیہِ قَلَّ تُراثُہٗ۔

(مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

میرے نزدیک میرے احباب میں قابلِ رشک وہ بندہ مومن ہے۔ جو قلیل المال ہو، نماز سے بہرہ وافر رکھتا ہو۔ اپنے پروردگار کی عبادت نہایت حسن و خوبی سے کرتا ہو۔ اپنی زندگی کے مخفی معاملات میں اللہ ہی کی اطاعت کرتا ہو۔ اور گمنام سا ہو۔ اس کی طرف انگلیوں سے اشارے نہ کیے جاتے ہوں۔ رزق اس کے پاس بس اتنا ہو جس سے ضرورتیں پوری ہوتی رہیں۔ اور وہ اس پر صبر اور قناعت کرے۔ پھر آپ نے چٹکی بجائی اور فرمایا کہ موت بھی اسے جلدی آجائے اسے رونے والے بھی کم ہوں۔ اور اس کا ترکہ بھی کم ہو۔

قریب قریب اسی مفہوم کی ایک حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بھی یوں درج ہے۔

عن سھل بن سعد قال مَرَّ رجلٌ علی

سہل بن سعد نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ

رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال لرجل عندہ جالس ما رایك فی هذا - فقال رجل من اشراف الناس هذا والله حری ان خطب ان ینکح وان شفع ان یشفع قال فسکت رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم مر رجل فقال له رسول الله صلی الله علیه وسلم ما رایك فی هذا فقال یا رسول الله هذا رجل من فقراء المسلمین هذا حری ان خطب ان لا ینکح وان شفع ان لا یشفع وان قال ان لا یسمع لقوله فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم هذا خیر من ملأ الارض مثل هذا -

(صحیح بخاری ومسلم)

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک آدمی گزرا۔ آپ نے پاس بیٹھے ہوئے ایک آدمی سے کہا۔ اس شخص (گزرنے والے) کے بارے میں تیری کیا رائے ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ شخص شرفاء میں سے ہے۔ واللہ اس قابل ہے کہ اگر پیغام نکاح بھیجے تو اس کے ساتھ نکاح کر دیا جائے۔ اور اگر کسی کی سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کی جائے۔ راوی کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ جواب سن کر خاموش رہے۔ بعد ازاں ایک اور آدمی گزرا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ اس کے بارے میں تیری کیا رائے ہے؟ اُس نے کہا یا رسول اللہ یہ شخص تو غریب مسلمانوں میں سے ہے اس کی حیثیت یہ ہے کہ اگر یہ کسی کو پیغام نکاح بھیجے تو اس کے ساتھ نکاح نہ کیا جائے۔ اگر کسی کی سفارش کرے تو اسے قبول نہ کیا جائے۔ اور اگر کوئی بات کرے تو اس کی بات کو توجہ سے سنا نہ جائے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ موخر الذکر شخص بہتر ہے اُن اول الذکر تمام شرفاء سے جو چاہے اتنی بڑی تعداد میں ہوں کہ اُن سے روئے زمین بھر جائے۔

ہماری اِن گذارشات کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ بندۂ مومن کو نمایاں کام کرنے سے ہمیشہ گریز کرنا چاہیے اور اس بات کا التزام کرنا چاہیے کہ اس کی زندگی بالکل گمنامی میں بسر ہو، بلکہ ہمارے کہنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ بندۂ مومن کو زندگی کے ہر شعبے میں اور ہر مرتبہ اور مقام پر جو جماعت اور معاشرے میں اسے حاصل ہے۔ صرف خدا کی (باقی بر صفحہ ۵۸ پر)